

اے میری ہم رقص مجھ کو تھام لے  
زندگی سے بھاگ کر آیا ہوں میں

(راشد)

تیرا غم ہے تو غم دھر کا بھگڑا کیا ہے  
تری آنکھوں کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے

دور جدید میں نظم کو زیادہ مقبولیت ہوئی ہے لیکن ادب کی دنیا آج بھی غزلوں کے زمزموں سے معمور ہے۔ اقبال، حسرت، فانی، جگر، یگانہ، شاد، عزیز، آرزو، فراق، فیض، عدم، عابد، تبسم، ناصر کاظمی، احمد ندیم قاسمی، شہزاد احمد، احمد فراز، وغیرہ نے غزل کے امکانات کو بڑی چابکدستی کے ساتھ اجاگر کیا ہے۔

راشد نے جدید شاعری کے سلسلے میں لکھا ہے کہ جو چیز اردو شاعری کے قاری کو بہت زیادہ متاثر کرتی ہے وہ سلمی ماحول کا بڑھتا ہوا شعور اور عام طور پر بدلتے ہوئے انسانی اقدار کا ادراک ہے، ہم میں بلاشبہ غالب، اقبال جیسے عظیم شاعر نہیں ہیں لیکن ہمیں اس کی کمی کا افسوس بھی نہیں ہے اس لیے کہ ہمارے شاعر اس قابل ہیں کہ وہ ہر موضوع پر لکھ سکیں۔ آزادی کے نئے ماحول کی ترجمانی کر سکیں جس نے انہیں آزادانہ اور بے تکلفانہ اظہار خیال کے قابل کر دیا ہے۔

بہر حال جدید شعراء نے اگر حقیقت پسندی سے کام لیا تو اردو شاعری میں ان کے لیے بڑی گنجائش ہے لیکن اوٹ پٹانک کہنے اور مشرق کو مغرب بنانے پر اڑے رہے تو گل و بلبل، لب و رخسار کی شاعری تو کئی صدیاں کھینچ گئی ہے۔ یہ شاعری ایک صدی بھی نہ چل سکے گی۔ جدید شعراء کو حالی کی اس حکمت آمیز بات کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ کہ ہمارے نزدیک زمانہ کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر جائے اس کو قدیم نمونوں سے کبھی استغنا حاصل نہیں ہو سکتا۔

(پروفیسر عبد الباری عباسی)

## اردو ادب پر مغرب کے اثرات

اردو ادب کا کوئی بھی دیانت دار طالب علم اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ انیسویں صدی کے آخر سے لے کر اس وقت تک اردو ادب کے اثرات کا دروازہ 1857ء کے بعد کھلا جب 1857ء کی جنگ آزادی میں ہندوستانوں کی شکست کے بعد پورے ہندوستان پر انگریزوں کا تسلط قائم ہو گیا۔ اس سے پہلے 1801ء فورٹ ولیم کالج کی بدولت اردو نثر میں پہلی مرتبہ جو سادگی اور سلاست آئی وہ انگریزی ادب یا مغربی ادب کے اثر سے نہیں بلکہ ہندوستان پر حکمرانی کا خواب دیکھنے والے انگریزوں کی سیاسی، کاروباری اور انتظامی ضرورت کے تحت آئی۔ 1857ء کے بعد انگریزی ادب اور انگریزی ادب کے توسط سے مغربی ادب کے ساتھ اردو ادب کے وہ روابط پیدا

دیباچی صوبہ  
اردو ادب

دا بیط

کی حد تک

ہوئے جو 1857ء سے پہلے فارسی اور عربی ادب کے ساتھ تھے۔ 1857ء سے پہلے فارسی اور عربی ادب اردو ادب پر غالب اثرات رکھتے تھے 1857ء کے بعد سے لے کر اب تک اردو ادب پر انگریزی ادب کے توسط سے مغربی ادب کے اثرات غالب رہے ہیں۔ گزشتہ سو سال کے اندر اردو نثر اور اردو شاعری یکساں طور پر مغربی ادب سے متاثر ہوئی رہی ہے۔ اردو ادب جو پہلے زیادہ تر فارسی اور کسی حد تک عربی ادب کے زیر اثر تھا گزشتہ ایک سو سال سے مغربی ادب کی راہ نمائی میں ارتقا کی منزلیں طے کر رہا ہے۔

سرید کو جس طرح یہ فخر حاصل ہے کہ وہ ہندوستان کی تاریخ کے ایک بحرانی موڑ پر انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان مفاہمت کا وسیلہ بنے اسی طرح انہیں یہ شرف بھی حاصل ہے کہ وہ مشرق و مغرب کے درمیان ذہنی لین دین کا پہلا ذریعہ بھی ثابت ہوئے۔ اردو ادب کے معاملے میں سرید کی غالباً سب سے اہم خدمت یہ ہے کہ انہوں نے اردو نثر میں اس سادگی اور سلاست کو مقبول عام بنایا جو میر، امن اور غالب کی کوششوں کے باوجود مقبول عام نہ بن سکی تھی۔ گو اس میں شک نہیں کہ سادہ اور سلیس نثر کی طرف سرید کے مائل ہونے میں لن کی اصلاحی تحریک اور زمانے کے بدلے ہوئے حالات کو بڑا دخل تھا۔ مگر یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ انہوں نے تحریر کے معاملے میں انگریزی ادب کے مشہور مقالہ نگار اڈیسن اور اسٹیل سے گہرے اثرات قبول کیے تھے کما جاتا ہے کہ سرید پہلے شخص ہیں جنہوں نے اردو ادب میں مضمون نگاری یا مقالہ نگاری کی بنیاد رکھی۔ واقعہ یہ ہے کہ اردو ادب میں مضمون نگاری انگریزی ادب ہی کے اثر سے وجود میں آئی ورنہ اس سے پہلے اردو میں مضمون یا مقالے کی اصطلاح تک رائج نہ تھی۔ مضمون یا مقالے سے مشابہ تحریر کو لوگ رسالہ کہا کرتے تھے۔ سرید کے توسط سے اردو ادب میں صرف مقالے کی صنف ہی نہیں آئی بلکہ اس صنف کی وہ دونوں قسمیں بھی آگئیں جن میں سے ایک کو سنجیدہ مقالہ کہتے ہیں اور دوسرے کو آج کل کی اصطلاح میں انشائیہ یعنی ہلکا پھلکا مضمون یا Light Essay کہا جاتا ہے۔ جب سرید کے ہاتھوں اردو ادب پر مغربی ادب کے اثرات کا دروازہ کھلا تو لن کے دوسرے نثر نگار معاصرین اپنے اپنے مذاق و مزاج کے مطابق مغربی ادب سے متاثر ہو کر اردو ادب میں نئی چیزوں کا اضافہ کرتے چلے گئے۔ مثلاً حالی نے اردو ادب میں سوانح نگاری اور تنقید نگاری کی بنیاد ڈالی۔ حالی سے پہلے اردو ادب میں تذکرہ تھا لیکن سوانح نگاری نہ تھی۔ انہوں نے پہلے پہل اردو ادب کو سوانح نگاری کے فن سے اس طرح آشنا کیا کہ آج تک وہ اردو کے بہترین سوانح نگار تسلیم کئے جاتے ہیں۔ حالی کی سوانح نگاری فنی اعتبار سے مغربی ادب کی بلندیوں کو نہیں پہنچتی لیکن اس معاملے میں اردو ادب میں بے ماہرگی کے پیش نظر زیادہ سے زیادہ اہمیت کی حامل ضرور ہے۔ اسی طرح حالی سے پہلے اردو ادب میں تنقید ایک حد تک موجود تو ضروری تھی لیکن باقاعدہ فن کی حیثیت نہیں رکھتی تھی حالی اردو ادب کے پہلے نقاد ہیں جنہوں نے اولیٰ تنقید کو ادب کی ایک اہم صنف بنا دیا۔ حالی نے انگریزی زبان سے واقف تھے نہ مغربی ادب سے، لیکن انہوں نے اردو تراجم کے ذریعے مغربی ادب سے بساط بھر خوشہ چینی کی اور سوانح نگاری اور تنقید نگاری دونوں میں مغربی ادب کے اصولوں اور

سوانح نگاری اور تنقید نگاری میں مغرب سے بہت کچھ سیکھا۔ تاریخ نویسی اور سوانح نگاری کے معاملے میں تحقیق و تدقیق کے اصول اور طریقے انہوں نے غالباً مغرب ہی سے لیے وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اردو میں تاریخ نویسی کو ایک دقیق فن بنا دیا۔ حالی کے بعد سوانح نگاری کے نہایت عمدہ نمونے شبلی ہی نے پیش کیے۔ حالی کی طرح شبلی نے بھی تنقید میں شاعری کے بعض بنیادی مسائل سے بحث کی اور تقابلی تنقید کا ایک ایسا نمونہ پیش کیا جو ان سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا۔ نذیر احمد نے اردو ادب میں ناول نگاری کی بنیاد رکھی ان سے پہلے اردو میں داستان تھی لیکن ناول نہ تھا ناول کو داستان کی ترقی یافتہ شکل کہنا غلط ہو گا۔ اردو ادب کی یہ صنف یقیناً مغربی ادب سے آئی۔ اردو کے ایک ممتاز نقاد ڈاکٹر احسن فاروقی نذیر احمد کے ناولوں کو تمثیل یعنی allegory کہنے پر مصر ہیں۔ اگر ان کے ناولوں کو تمثیل مانا جائے تو بھی یہ چیز مغربی ادب ہی کی دین ٹھہرے گی۔ مجھے یاد آتا ہے کہ چند سال پہلے اردو کے ایک محقق نے نذیر احمد کے ایک ناول اور انگریزی کے کسی ناول کے درمیان قریبی مشابہتوں کو تاثر کر دکھایا تھا یہاں ایک طرف نذیر احمد سے ایک مضامین انہوں نے تمثیلی مضامین کے علاوہ اپنی اہم ترین اور مقبول ترین تصنیف ”آب حیات“ کی شکل میں نہ صرف اردو شاعری کی پہلی تاریخ لکھی بلکہ اور بھی دو ایک ایسے کام کیے جن پر مغربی ادب کی شعائیں پڑتی نظر آتی ہیں۔ مثلاً انہوں نے ”آب حیات“ میں لسانیات پر قلم اٹھایا۔ اور اردو زبان کی تاریخ پر روشنی ڈالی۔ اسی طرح انہوں نے آب حیات میں بزرگ شعراء (Major-Poets) کی شخصیتوں کے ایسے مرقع پیش کئے ہیں جو اس سے پہلے اردو ادب میں کبھی نہیں دیکھے گئے۔ محمد حسین آزاد کے ان اولیات میں ان کی طبیعت کی انج کو یقیناً بڑا دخل رہا ہو گا۔ لیکن یہ سوچنا غلط نہ ہو گا کہ اردو ادب میں نئے، خوبصورت اور مفید کاموں کو انجام دیتے وقت وہ مغربی ادب کے فیضان سے بے نیاز نہیں رہے ہوں گے خصوصاً جبکہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اردو کے ادیبوں اور شاعروں کو یہ احساس دلایا کہ انہیں فارسی اور عربی ادب سے جو کچھ لینا تھا لے چکے۔ اب انہیں چاہیے کہ وہ انگریزی ادب سے استفادہ کریں آزاد نے اردو شاعروں کو انگریزی ادب سے صرف استفادے کا مشورہ ہی نہیں دیا بلکہ 1875ء میں نئی طرز کے شاعرے کا آغاز کر کے انگریزی ادب سے استفادے کا عملی ثبوت بھی بہم پہنچایا۔ انہوں نے انگریزی شاعری سے ایک اہم اثر یہ قبول کیا کہ وہ غزل کے مقابلے میں نظم کی اہمیت کے قائل ہو گئے اور انہوں نے غزل کی بجائے نظم کو فروغ دینے کی کوشش کی آزاد کوئی بلند پایہ شاعر نہ تھے۔ لیکن اردو شاعری میں ان کی تحریک (جو جدید شاعری کی تحریک کہلاتی ہے) کی بدولت جو رجحانات آئے ہیں ان میں فطرت کے مناظر کی شاعری اور اخلاق شاعری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ شاعر کی یہ دونوں قسمیں انیسویں صدی کی انگریزی کی رومانی شاعری کے اثرات کا نتیجہ تھیں۔ آزاد اور حالی دونوں مغرب کے ہم عصر رجحانات سے متاثر ہوئے۔ اردو شاعری میں ان رجحانات کے اثرات دور تک دیکھے جاسکتے ہیں۔ اقبال، جوش، چکبست، سیماپ اکبر آبادی، حفیظ جالندھری، اختر شیرانی، ن۔ م۔ راشد، مجاز، فیض ان تمام شاعروں کے یہاں انیسویں صدی کی رومانیت کسی نہ کسی شکل میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اس وسیع موضوع پر یہاں تفصیلی گفتگو کا موقع نہیں۔ ”نمنا“ اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ انیسویں صدی کے آخر یا بیسویں صدی کے شروع میں اسماعیل میر غنی اور شرر

لکھنؤی نے جو معرا نظمیں لکھیں وہ بھی مغربی شاعری کا اثر تھیں۔ اختر شیرانی یا ن۔ م۔ راشد کی بدولت اردو شاعری میں مغربی شاعری کی ایک صنف سوینٹ آئی جو آج بھی کبھی کبھی نظر آ جاتا ہے۔ لیکن اردو شاعری میں اس صنف کو قبول عام حاصل نہ ہو سکا۔

مغربی شاعری کی جو صنفیں تمام مخالفتوں کے باوجود اردو شاعری میں جذب ہوتی نظر آتی ہیں وہ ہیں نظم معراء اور آزاد نظم۔ نظم آزاد نظم معراء سے زیادہ مقبول ہوتی جا رہی ہے۔ اردو شاعری میں نظم آزاد کا آغاز تصدق حسین خالد، میراجی اور ن۔ م۔ راشد سے ہوتا ہے۔ میراجی اسکول سے تعلق رکھنے والے تھے۔ ہاں مختار صدیقی اور ضیاء جالندھری نظم آزاد کے نشوونما میں نمایاں حصہ لیتے رہے ہیں۔ میراجی کے بعد اس وقت پاکستان اور ہندوستان میں اردو شاعروں کی کم از کم دو نسلیں نظم آزاد کو وسیلہ اظہار بناتی رہی ہیں۔ اب شاعری کی اس صنعت میں بڑی جاندار اور توانا شاعری کی مثالیں سامنے آرہی ہیں۔ جن میں سلیم احمد کی حالیہ نظمیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ میراجی کے ساتھ اردو شاعری میں نہ صرف نظم آزاد آئی بلکہ فرانسیسی شاعری کے علامت پسند وستان کے اثرات بھی آئے جن کی وجہ سے اردو شاعری میں وہ ابہام اور پیچیدگی ملتی ہے جو علامت پسند شاعری کی خصوصیت ہے اؤگر ایلن پو، ابودیلیر اور ٹی ایس ایلیٹ جو اس دستان سخن کے امریکی، فرانسیسی اور انگریزی نمائندے ہیں۔ جدید اردو شاعروں میں بڑی حد تک اثر انداز ہوئے ہیں۔ ن۔ م۔ راشد نے ازراپونڈ سے متاثر ہو کیشوز کی شکل میں اپنی طویل نظم ایران میں اجنبی لکھی ہے۔ جیلانی کامران نے اپنی شاعری کے لیے اسٹینز کا استعمال کیا ہے۔ افتخار جالب، اظہار عباس اور بعض دوسرے شاعروں نے جدید مغربی شاعری سے متاثر ہو کر اردو شاعری میں طرح طرح کے نئے تجربے کئے ہیں۔ جنہیں ابھی تک اردو قارئین ہضم نہیں کر سکے ہیں۔

1935ء میں جو ترقی پسند تحریک اردو ادب میں رونما ہوئی وہ بھی مغرب کی ترقی پسند تحریک کی صدائے باز گشت تھی چونکہ اس تحریک کے لئے ہندوستان کی سماجی اور اقتصادی فضا سازگار تھی اس لیے ترقی پسند تحریک ایک اجنبی پودا ہونے کے باوجود یہاں خوب پھلی پھولی، ترقی پسند تحریک دراصل مارکسی نقطہ نظر سے زندگی کے مطالعے اور ادب کی تخلیق کی کوشش ہے۔ بہر حال اس میں شک نہیں کہ اس تحریک نے اردو ادب کے سرمائے میں کچھ قابل قدر اضافے ضرور کئے بالخصوص شاعری، افسانے اور تنقید کے سرمائے میں اردو میں مختصر افسانہ پریم چند سے شروع ہوتا ہے جو اردو کے ممتاز ناول نگاروں میں بھی شمار کیے جاتے ہیں نذیر احمد اور پریم چند سے لے کر خدیجہ مستور اور جیلانی بانو تک اردو ناول اور اردو افسانہ کی تاریخ مغربی تکنیکوں اور مغربی معیاروں کو اپنانے کی تاریخ رہی ہے۔ اس سلسلے میں اردو ناول اور اردو افسانہ ان مغربی اسکولوں سے متاثر رہا ہے۔ جو فطرت نگاری، حقیقت نگاری، سماجی حقیقت نگاری جیسی حقیقت نگاری، نفسیاتی تجزیہ اور شعور کی رو جیسی تکنیکوں کی نمائندگی کرتے رہے ہیں۔ اردو ادب میں سعادت حسن منٹو، عصمت چغتائی، راجندر سنگھ بیدی، کرشن چندر، غلام عباس، ممتاز مفتی، عزیز احمد، قرۃ العین حیدر اور ممتاز شیریں وغیرہ خصوصیات کے ساتھ مغربی فکشن کے اثرات کی نمائندگی کرتی رہی ہیں۔ ادھر چند برسوں سے اردو شاعری کی طرح اردو افسانے میں بھی علامت پسند کا لکھنے کا

تجربے کیے جا رہے ہیں جو اردو کے عام قارئین کے لئے اتنے ہی وحشت انگیز ثابت ہو رہے ہیں جتنی اردو کی ابہام زدہ شاعری ثابت ہوتی رہی ہے۔

جہاں تک اردو تنقید کا تعلق ہے اردو ادب کے چھوٹے سے چھوٹا نقاد بھی مغربی ادب کے اثرات سے محفوظ یا معراء نہیں ہے۔ لیکن جن لوگوں کی تنقیدیں مغربی ادب کے اثرات کی واضح نشاندہی کرتی ہیں۔ ان میں کلیم الدین احمد، مجنوں گورکھپوری، حسن عسکری، آل احمد، مرور، احتشام حسین، عزیز احمد، سلیم احمد، ممتاز حسین، ممتاز شیریں، ڈاکٹر احسن فاروقی، ڈاکٹر وزیر آغا، خورشید الاسلام، سجاد باقر رضوی، شمس الرحمن فاروقی، نظام صدیقی وغیرہ کے نام آسانی سے لیے جاسکتے ہیں۔ یہ تمام نقاد مغربی تنقید کے مختلف اسکولوں سے کسی نہ کسی حد تک متاثر ہیں۔ ان کی تنقیدی بصیرت میں مغرب کا فیضان نمایاں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اب مغربی ادب اور مغربی فکر کو ٹھیک سے ہضم کیے بغیر اردو ادب ترقی کر ہی نہیں سکتا۔

(پروفیسر نظیر صدیقی)